محمد اسلم نجمی

کاروانِ زندگی

[دینِ اسلام پر کیسے عمل ہو؟ یہ شریعت اور قانون کا موضوع ہے۔ یہ دین کیسا ہو؟ یہ حقیقت صرف قرآنِ مجید ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ کاروانِ زندگی میں یہی حقیقت بیان ہوئی ہے۔ اس کتاب کی ہر صحیح بات استاذِ گرامی اور الامام الاستاذ کی علمی مجلسوں اور تصنیفات سے ماخوذ ہے، میری حیثیت بس ایک ناقل کی ہے۔]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ ایک ایسی مخلوق پیدا کرے جسے بقائے دوام (ہمیشہ کی زندگی) حاصل ہو اور اس کی یہ زندگی ہر طرح کے غم و آلام سے پاک اور ہر قسم کے عیش و عشرت اور آرام و سکون سے مالا مال ہو۔ انسان کی تخلیق اللہ تعالیٰ کے اسی منصوبے کا مظہر ہے۔

حیاتِ انسانی

حیاتِ انسانی کی ترکیب کچھ اس طرح سے ہے کہ اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ان حصوں کے درمیان میں موت کی دیوار حائل ہے۔ دیوار کے اِس پار دنیا کی زندگی ہے اور اُس پار حیاتِ اُخروی اس کی منتظر ہے۔ یہ دنیا جس میں ہم جی رہے ہیں، یہ آزمائش کے اصول پر بنائی گئی ہے (۶۷:۲، ۱۱:۷) اور آخرت عدل کے اصول پر قائم ہو گی (۱۰:۴، ۲۱:۴۷)

آزمائش

قرآنِ مجید کے مطالعہ سے اس تقسیم کی جو وجہ سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان دنیا میں کچھ وقت گذارے۔ اس دوران میں وہ (آخرت میں) عیش و آرام کی ابدی زندگی کے لیے اپنا استحقاق ثابت کرے۔ یہ استحقاق ثابت کرنے کے لیے اسے جو آزمائش درپیش ہے وہ حسن عمل کی آزمائش ہے: اور (اللہ) وہی ہے جس نے آسمانوں اور

زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا (آسمانوں اور زمین کی تخلیق کوئی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ یہ عالم کے پروردگار کے ارادہ، سکیم اور حکمت کا نتیجہ ہے۔ ان کی تخلیق سے پہلے اس کی حکومت پانی پر قائم تھی) اور اس کا عرش پانی پر تھا (یہ دنیا بازیچۂ اطفال یا کسی کھلنڈرے کا کھیل نہیں ہے اور اس کی تخلیق بے مقصد نہیں ہے، بلکہ یہ خیر و شر کی امتحان گاہ ہے۔ اور یہ معرکہ برپا کیا گیا ہے) تاکہ تمھیں جانچے کہ کون اچھے عمل والا ہے (۱۱:۷) بڑی ہی عظیم اور فیض رساں ہے وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا ہے (ان میں سے کسی پر بھی کسی دوسرے کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ اور اس نے عدم کے بعد زندگی پر قدرت کے ثبوت کے لیے موت کو زندگی پر مقدم کیا) تاکہ تمھارا امتحان کرے کہ تم میں سے کون اچھے عمل والا بنتا ہے (اور اس امتحان کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ ایک ایسا دن بھی لائے جس میں لوگوں کو پھر سے زندہ کرے، ہر شخص کی نیکی اور بدی کا حساب ہو اور وہ اپنے عمل کے مطابق جزا اور سزا پائے) (۶۷:۲)۔ اس کے لیے اسے ارادے کی آزادی اور اختیار عطا ہوا ہے۔ اس آزمائش میں اسے پورا اترنا ہے: اور اللہ ہی ہے جس نے تمھیں زمین پر ایک دوسرے کا جانشین بنایا اور (اور دنیوی اسباب و وسائل میں کمی بیشی کرکے) ایک کے درجے دوسرے پر بلند کیے (لیکن یہ پیش نظر رہے کہ وسائل اور ذرائع کی دستیابی تمھاری قابلیتوں کا ثمرہ نہیں ہے بلکہ تمھیں یہ بے مانگے اور بغیر استحقاق کے ملی ہیں۔ وسائل میں تفاوت اس دنیا میں انسان کو درپیش آزمائش کا لازمی تقاضا ہے۔ ایک تو آزمائش کے لیے یہ اونچ نیچ ضروری تھی اور دوسرے اس اونچ نیچ کے بغیر اس دنیا کا نظام چلانا ممکن نہ تھا، لہٰذا اس نے یہ سب کام کیا) تاکہ جو کچھ اس نے تمھیں بخشا ہے اس میں تم کو آزمائے (کہ تم خدا کے شکر گذار بندے بنتے ہو یا شیطان کی پیروی کر کے ناشکری کی روش اختیار کرتے ہو) بے شک تیرا رب جلد اعمال کا بدلہ دینے والا بھی ہے اور وہ بخشنے والا اور مہربان بھی ہے (وہ دن جلد آنے والا ہے، جس دن ہر مجرم اپنی بدی کی سزا پائے گا اور نیکوکاروں کو ان کی نیکی کی جزا ملے گی اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت اور مغفرت سے نوازے گا) (۶:۱۶۵): (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اس کو زمین کے لیے سنگار بنایا ہے، تاکہ ہم لوگوں کا امتحان کریں کہ ان میں (سے اپنی عقل و تمیز سے کام لے کر) کون اچھے عمل کرنے والا کون بنتا ہے (اور کون اپنی خواہشات کا غلام بن کر اسی دنیا کا ہو کر رہ جاتا ہے) اور (ہم نے اس دنیا کے چہرے پر حسن و زیبائی کا ایک پرفریب غازہ مل دیا ہے۔ اس کے مال و اولاد، کھیت اور کھلیان، دولت و شہرت، عزت و اقتدار، محلات اور ایوانوں میں بڑی کشش اور دل فریبی ڈال دی ہے۔ اس کی لذتیں نقد اور آخرت کی کامرانیاں ادھار اور پس پردہ ہیں۔ یہ بے وقوف اور عقل و دل کے اندھے لوگ آخرت کو بھلا کر دنیا کی جن چیزوں پر ریجھے ہوئے ہیں، ایک وقت آئے گا کہ) ہم بالآخر اس پر جو کچھ ہے اس کو چٹیل میدان

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

کر کے چھوڑیں گے (۸۔۷:۱۸): پس یاد رکھو (ظہورِ قیامت کے وقت) جب صور میں ایک ہی بار پھونک ماری جائے گی (تو قیامت برپا ہو جائے گی اور دیکھتے ہی دیکھتے سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا) اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر ایک ہی بار میں پاش پاش کر دیا جائے گا تو اس دن واقع ہونے والی (جس قیامت کو تم بعید از امکان سمجھ کر بے پروا اور سرکش ہوئے بیٹھے ہو، وہ) واقع ہو جائے گی اور آسمان پھٹ جائے گا اور (آج جو آسمان تمھیں دیکھنے میں ٹھوس اور مستحکم نظر آتا ہے) اس دن وہ نہایت پھس پھسا ہو گا اور فرشتے (بھی سراسیمہ حالت میں) اس کے کناروں پر ہوں گے (قیامت برپا ہونے کے بعد سارے کارکشایانِ قدرت اپنی ذمہ داریوں سے فارغ جائیں گے، بس عرش الٰہی پر مامور فرشتے رہ جائیں گے) اور تیرے رب کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس دن (زمین و آسمان کی ساری بساط لپیٹ دی جائے گی، کوئی جائے پناہ نہ ہو گی اور) تمھاری (اللہ رب العالمین کے حضور) پیشی ہو گی۔ تمھاری کوئی بات بھی ڈھکی چھپی نہیں رہے گی۔

پس (جس نے آخرت میں خدا کے حضور پیشی کے ڈر سے دنیا میں خدا کا بندہ بن کر زندگی گذاری ہو گی، وہی ہو گا) جس کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ (وہ اپنا اعمال نامہ دیکھتے ہی خوشی سے اچھل پڑے گا اور) کہے گا کہ پڑھو میرا اعمال نامہ، میں نے (دنیا میں) گمان رکھا (اور میرا دل گواہی دیتا تھا) کہ مجھے اپنے حساب سے دوچار ہونا ہے۔ پس (اسے وہ سب کچھ ملے گا جو وہ چاہے گا اور) وہ تو ایک دل پسند عیش میں ہو گا، ایک بلند و بالا باغ میں۔ اس کے پھل قریب لٹک رہے ہوں گے۔ (اور اس سے کہا جائے گا) کھاؤ پیو بے غل و غش (دنیا کی نعمتوں کے استعمال میں اگر اعتدال ملحوظ نہ رہتا یا ان کا صحیح شکر ادا نہ ہوتا تو وہ وبال بن سکتی تھیں لیکن ان نعمتوں میں جو تمھیں اب مل رہی ہیں، ان کے استعمال میں ایسا کوئی خدشہ نہیں ہے۔ اور تمھیں یہ سب کچھ حاصل ہوا ہے) اپنے ان اعمال کے صلے میں جو تم نے گزرے دنوں (یعنی دنیا کی زندگی) میں کیے (تم اس کے پورے حق دار ہو، یہ تمھارے لیے ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتیں ہیں۔ ان میں وقتاً فوقتاً اضافہ تو ہوتا رہے گا لیکن ان میں اب کمی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ جو محنت تم نے یہ نعمتیں حاصل کرنے کے لیے کرنی تھی وہ کر چکے، اب تو بس ان سے بہرہ مند ہونا ہے) رہا وہ جس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ (اسے دیکھتے ہی اپنا سر پیٹے گا اور کہے گا) کاش میرا اعمال نامہ مجھے دیا ہی نہ گیا ہوتا اور میں جانتا ہی نہ کہ میرا حساب کتاب کیا ہے، اے کاش کہ وہی موت فیصلہ کن ہوئی ہوتی (جو دنیا میں ہمیں آئی تھی) میرا مال (جو میں نے نہایت اہتمام سے جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا وہ) میرے کیا کام آیا! میرا اقتدار (جس پر مجھے بہت ناز تھا اور جس نے دنیا کی زندگی میں مجھے آخرت سے غافل کر کے اندھا بنائے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

رکھا' وہ بھی) مجھ سے چھن گیا' (اسی دوران میں اللہ کی طرف سے حکم ہوگا کہ) اس کو پکڑو پھر اس کی گردن میں طوق ڈالو' پھر اسکو جہنم میں جھونک دو' پھر ایک زنجیر میں' جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے' اس کو جکڑ دو (اس کے جملہ جرائم میں سے سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ) یہ خدائے عظیم پر ایمان نہیں رکھتا تھا (اگر خدائے عظیم پر اس کا ایمان ہوتا تو یہ خدا کے حضور پیشی سے اندیشہ ناک ہوتا کہ اسے ایک روز عالم کے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اور اپنے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہے۔ اسے اللہ نے دولت دی مگر یہ نہ خود اسے مسکینوں پر خرچ کرتا تھا) اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلانے پر لوگوں کو ابھارتا تھا۔ پس آج اس کا یہاں کوئی ہمدرد نہیں (کیوں کہ جس نے نہ خدا کا حق پہچانا اور نہ مخلوق کا' قیامت کے دن بھلا اس کے ساتھ کون ہمدردی کرنے والا ہوگا) اور غسالہ (یعنی گندی اور ناپاک چیزوں کے دھووَن) کے سوا اس کے لیے کوئی کھانا نہیں ہے۔ یہ کھانا صرف گنہ گار ہی کھائیں گے (کیوں کہ انھوں نے دنیا میں دولت کا مصرف صرف تن پروری اور کام و دہن کی لذت ہی کو قرار دیا اور اس ہوس میں غربا اور مساکین کے حقوق ہڑپ کر کے اپنے سارے مال کو نجس بنایا) (۶۹: ۳۰۔۳۷): مجرم تمنا کرے گا کہ اے کاش اس دن کے عذاب سے چھوٹنے کے لیے اپنے بیٹوں' اپنی بیوی' اپنے بھائی' اپنے اس خاندان کو' جس کی وہ پناہ میں رہا ہے' اور تمام اہل زمین کو فدیہ میں دے کر اپنے آپ کو بچالے۔ (اس کی یہ خواہش بس خواہش ہی رہے گی اور) ہرگز (ایسا) نہیں (ہوگا' بلکہ وہ جہنم کی دہکتی آگ کے حوالے کر دیا جائے گا اور) وہ ایسی آگ ہوگی جس کی لپٹ چمڑی ادھیڑ دے گی۔ وہ ان سب کو کھینچ بلائے گی جنھوں نے پیٹھ پھیری اور اعراض کیا' مال جمع کیا اور اس کو سینت سینت کر رکھا (۷۰: ۱۱۔۱۸)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

متاعِ دنیا کے غرور نے مکہ کے سرداروں کو اپنے خالق و فاطر سے بیگانہ کر کے بڑائی کے خبط میں مبتلا کر دیا تھا اور وہ یہ سمجھنے لگ گئے تھے کہ جب اس دنیا کی ساری شوکت و عظمت ہم کو حاصل ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے خدا ہمارے سوا کسی اور پر کتاب اتارتا۔ : (خدا کے یہ منکر دنیا میں شہرت' دولت اور اقتدار کو شرافت' عظمت اور کامیابی کا معیار بنائے ہوئے ہیں مگر اللہ کے نزدیک اس دنیا کی حیثیت پر کاہ کے برابر بھی نہیں ہے): اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ ایک ہی ڈگر پر چل پڑیں گے (اور دنیا سے محرومی کے باعث ان کی آزمائش کی مشکلات چند در چند بڑھ جائیں گی) تو جو لوگ خدائے رحمٰن کے منکر ہیں (اللہ فرماتے ہیں ہم اس بے وقعت دنیا کو کوڑے کرکٹ کی طرح ان کے آگے پھیلا دیتے کہ) ہم ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی چاندی کے' جن پر وہ چڑھتے۔ اور ان کے گھروں کے کواڑ اور ان کے تخت بھی چاندی کے جن پر وہ ٹیک لگا کر بیٹھتے' اور یہ چیزیں سونے کی بھی کر دیتے۔ اور یہ چیزیں تو بس دنیا کی زندگی کی متاع ہیں اور آخرت تیرے رب کے پاس متقیوں کے لیے ہے (۴۳: ۳۳۔۳۵)

دنیا کی زندگی میں انسان کو علم، عمل اور عقل تینوں کی آزمائش ہے۔ عقلی تقاضوں اور علمی مطالبات دونوں کا ظہور اعمال کی صورت میں ہوتا ہے۔ قیامت میں اعمال تولے جائیں گے: اس روز وزن صرف حق ہی کا ہوگا (باطل کا کوئی وزن نہ ہوگا) تو جن کے پلڑے بھاری ٹھہریں گے (یعنی حق کی مقدار ان کے ساتھ زیادہ ہوگی) وہی لوگ فلاح پانے والے بنیں گے اور جن کے پلڑے ہلکے ہوئے (وہ ناکام ونامراد ٹھہریں گے) یہ وہی لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈالا اس وجہ سے کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے اور اپنے اوپر ظلم کرتے رہے (۷: ۸۔۹)

آخرت میں اعمال کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ عمل کرنے والا صاحبِ ایمان بھی ہو، ورنہ ایمان کے بغیر پورے اخلاص اور دیانت داری سے کیا ہوا عمل بھی قیامت میں بے وزن (اور نا قابلِ اعتنا) قرار پائے گا: (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) انھیں کہیے کہ کیا ہم تمھیں بتائیں کہ اپنے اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں کون لوگ ہیں؟ وہ لوگ جن کی (تمام بھاگ دوڑ اس دنیا کے حصول کے لیے ہے۔ اور اسے پا کر وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بڑی کامیاب بازی کھیل رہے ہیں۔ آخرت میں جب اس سعی ء نامراد کی حقیقت واضح ہوگی تو انھیں معلوم ہوگا کہ ان کی) تمام سعی اس دنیا کے پیچھے اکارت گئی اور وہ گمان کرتے رہے کہ وہ بہت اچھا کام کررہے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا۔ پس ان کے اعمال اکارت گئے اور قیامت کے دن ہم ان کو ذرا بھی وزن نہ دیں گے (۱۸: ۱۰۳۔۱۰۵)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اعمال کو وزن دار بنانے کے لیے دوسری چیز یہ ہے کہ اس کی بنیاد صحیح علم پر ہو۔ اس سے مراد بندے کے خیر وشر اور اس کی عاقبت کے تقاضوں کا علم ہے۔ یہ علم بندہ مومن کو صرف اور صرف قرآن مجید سے حاصل ہوسکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تعامل اس کا بہترین ذریعہ ہیں۔ اور اس کی معتبر ترین تعبیر وہ ہے جو صحیح احادیث میں بیان ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کو ہدایت ہے کہ: اے ایمان والو، جانتے بوجھتے اللہ اور رسول سے بے وفائی اور اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو (۸: ۲۷) اللہ اور رسول سے بے وفائی کے جرم سے ہم اسی وقت بچ سکتے ہیں جب ہمیں یہ معلوم ہو کہ ان کے حقوق کیا ہیں؟

اللہ کا حق اس کا شکر گذار بندہ بن کر جینا ہے۔ شکر کی اصل حقیقت اللہ کا حق پہچاننا، اس کا اعتراف کرنا اور خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ اسے ادا کرنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ان کے لائے ہوئے دین کو جاننا، ماننا اور اس پر دل وجان کے ساتھ عمل پیرا ہونا ہے۔ اسی حقیقت کی یاددہانی کراتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہدایت فرماتے

ہیں کہ: اے ایمان والو (ہر طرح کے حالات میں اپنے ذاتی مفادات ومصالح سے بے پروا ہوکر) اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو (یہ تمھارے ایمان کا لازمی تقاضا ہے) اور اپنے اعمال کو رائگاں نہ کرو (کیوں کہ اسی طرح کی بے ریا اور بے آمیز اطاعت ہی سے تمھارے اعمال آخرت میں باوزن اور نتیجہ خیز ہوں گے۔ اور اگر تم نے اللہ اور رسول کی اطاعت پر اپنی دنیوی مصلحتوں کو ترجیح دی تو یاد رکھو کہ تمھارے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے خواہ وہ دین ہی کے اعمال کیوں نہ ہوں) (۴۷: ۳۳)

یہی وہ دین کا ضروری علم ہے جس کا حصول نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان مرد اور عورت کے لیے لازم قرار دیا ہے۔ (طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم و مسلمة۔الحدیث)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت کے روز وہ ایمان معتبر ہوگا جو اس کے بتائے ہوئے معیار پر پورا اترے گا۔ جو لوگ اپنی شرائط پر ایمان لاتے، اپنی مصلحتوں کی حد تک اس کے تقاضوں کو پورا کرتے اور اسے اپنے دنیوی مفادات کے تابع رکھتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ ان کی یہ دین داری قیامت کے روز ان کے منہ پر دے ماری جائے۔ پس جب وہ بڑا ہنگامہ برپا ہوگا (یعنی قیامت قائم ہوگی تو سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا) اس دن انسان اپنے کیے کو یاد کرے گا (آج تو وہ آخرت سے بے پروا ہو کر دنیا ہی کے حصول کو اپنا ہدف بنائے ہوئے ہے۔ اور اسے اگر آخرت کے ہولناک انجام سے ڈرایا جاتا ہے تو نہ صرف یہ کہ وہ اس کی پروا نہیں کرتا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اس کا مذاق اڑاتا ہے، لیکن اس دن اسے ہوش آئے گا اور پھر پچھتاوے، محرومی اور نامرادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا) اور دوزخ ان لوگوں کے لیے بے نقاب کر دی جائے گی جن کو اس سے دوچار ہونا ہے (وہ بالکل تیار ہے۔ بس پردہ اٹھنے کی دیر ہے۔ اور پردہ اٹھتے ہی وہ ان کے سامنے ہوگی جسے وہ آنکھوں سے دیکھے بغیر ماننے کے لیے تیار نہیں تھے)۔ تو جس نے سرکشی کی اور آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو ترجیح دی (وہ آخرت کو نظر انداز کر کے اسی دنیا کے پجاری بن گئے اور اس سے الگ ہو کر کسی چیز کے بارے میں سوچنے کے لیے تیار ہی نہیں تھے) اس کا ٹھکانہ تو بس جہنم ہی بنے گی (ایک مرتبہ اس میں داخل ہو جانے کے بعد اسے پھر اس میں سے نکلنا نصیب نہ ہوگا)۔ اور وہ جو اپنے رب کے حضور پیشی سے ڈرا اور جس نے اپنے نفس کو خواہشات کی پیروی سے روکے رکھا تو اس کا ٹھکانہ لاریب جنت ہے (۷۹: ۳۴۔۴۱)

آخرت میں بامراد ہونے کے لیے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، ضروری ہے کہ عمل کی بنیاد صحیح علم پر ہو۔ صحیح علم قرآن و سنت سے حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید ہی کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام میں سبھی کو دین میں

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

تفقہ (پوری مہارت حاصل کرنے) کا مکلّف نہیں ٹھہرایا گیا: (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی سارے اہل ایمان کے لیے) ایسا ممکن نہ تھا کہ سبھی مسلمان (دین میں تفقہ حاصل کرنے کی غرض سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کرنے کے لیے) نکل کھڑے ہوتے تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ نکلتے تا کہ دین میں بصیرت حاصل کرتے اور اپنی قوم کے لوگوں کو بھی آگاہ کرتے جب کہ وہ ان کی طرف لوٹتے تا کہ وہ بھی احتیاط کرنے والے بنتے (۹:۱۲۲)۔ مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ نے مجلس نبوی میں حاضری کے لیے باریاں مقرر کر رکھی تھیں۔ اس طرح باہمی تعاون سے اپنے روزمرّہ کے معمولات بھی جاری رکھتے اور مجلس نبوی کے فیوض وبرکات سے بھی برابر فائدہ اٹھاتے رہتے۔ اس بحث سے اس حقیقت کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ صحیح علم ہر بندۂ مومن کی ناگزیر ضرورت ہے۔ بہترین صورت تو یہی ہے کہ ہر مسلمان براہِ راست دین کا صحیح علم حاصل کرے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو اس کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے وہ صحیح علم کے حامل اور دین میں تفقہ کے حامل علماء کو تلاش کر کے اپنی ضرورت پوری کرے۔ اس معاملے میں کوتاہی، غفلت، بے پروائی قیامت میں غلط اعمال کے برے انجام سے بچنے کے لیے عذر نہ بن سکے گی۔ دین میں سب سے بڑا جرم اللہ (اور اس کے رسول) پر جھوٹ باندھنا (یعنی ایسی بات کو جس کا قرآن وسنت، اسوۂ حسنہ اور صحابہ کرام کے قول وفعل سے کوئی ثبوت نہ ملتا ہو اسے ایک دینی حقیقت کے طور پر پیش کرنا اور اس پر عمل کی بنا رکھنا) ہے: تو ان سے بڑھ کر ظالم (اور بدقسمت) کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھیں یا اس کی آیات کو جھٹلائیں۔ ان لوگوں کو ان کے نوشتہ کا حصہ پہنچے گا یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے فرشتے ان کو وفات دینے کے لیے آئیں گے تو ان کو پوچھیں گے کہ اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے تھے، وہ کہاں ہیں؟ وہ جواب دیں گے کہ وہ سب ہم سے کھوئے گئے اور یہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ لاریب وہ کفر میں رہے۔ حکم ہو گا جاؤ، پڑو دوزخ میں ان امتوں کے ساتھ جو تم سے پہلے جنوں اور انسانوں میں سے گزریں۔ جب جب کوئی امت داخل ہو گی اپنی ساتھی امت پر لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جب سب اس میں اکٹھے ہو لیں گے تو ان کے پچھلے اگلوں کے بارے میں کہیں گے، اے ہمارے رب یہی لوگ ہیں جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا تو ان کو آگ کا دہرا عذاب دیجیو۔ ارشاد ہو گا، تم سب کے لیے دہرا (عذاب) ہے، پر تم جانتے نہیں۔ اور ان کے اگلے اپنے پچھلوں سے کہیں گے، تم کو بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوئی تم بھی اپنے کیے کی پاداش میں عذاب چکھو (۷:۳۷-۳۹)

تیسری چیز عقل ہے جو انسان ہی کو عطا ہوئی ہے اور دنیا کے دوسرے جان داروں کے مقابلے میں اس کے لیے باعثِ شرف ہے۔ جانور وغیرہ جو بعض اوقات محیر العقول کارنامے سرانجام دیتے ہیں، وہ عقل کا شاخسانہ نہیں بلکہ ان

کی جبلتوں کی تربیت و پرداخت کی کارفرمائیاں ہوتی ہیں۔

عقل انسان کا سب سے بڑا شرف ہے۔ اپنی اسی صلاحیت کی بنیاد پر وہ دین کا مخاطب قرار پاتا ہے۔ یہ دین کا مسلمہ ہے کہ بچے پر، سوئے ہوئے شخص پر اور پاگل آدمی پر دین کے احکام لاگو نہیں ہوتے۔ غور کیجیے تو اس کی وجہ صرف اور صرف عقل ہے۔

بچے کی عقل (بلوغت سے پہلے) چونکہ ناقص ہوتی ہے اس لیے وہ دین کے احکام (مثلاً نماز وغیرہ) کی پابندی کا مکلّف نہیں ہوتا۔ سویا ہوا بالغ شخص اگرچہ صاحبِ عقل ہوتا ہے مگر نیند میں ہونے کی وجہ سے چونکہ وقتی طور پر اس کی عقل معطل ہو جاتی ہے، اس لیے حالتِ نیند میں اس سے مثال کے طور پر کلمۂ کفر بھی صادر ہو جائے تو اس کے ایمان پر کوئی حرف نہیں آتا۔ اسی طرح مثلاً اگر کوئی شخص رات کو اخلاص نیت کے ساتھ یہ ارادہ کر کے سویا کہ وہ فجر کی نماز باجماعت ادا کرے گا، لیکن، کسی وجہ سے اگر اسے جاگ نہ آئی، وہ سویا رہا اور سورج نکل آیا تو اہلِ علم فقہا کے نزدیک اس وقت وہ فجر کی جو نماز پڑھے گا وہ (قضا نہیں) ادا تصور ہوگی۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

پاگل شخص اگر دین کے مطالبات کو پورا نہیں کرتا تو شرعی طور پر اس پر بھی کوئی گرفت نہیں ہو سکتی۔ اس کی وجہ بھی سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ وہ انسانیت کے اصل شرف (یعنی عقل) سے محروم ہے۔ انسانی ذرائع علم میں سے عقل انسان کے پاس ایک جانب سب سے بڑا ذریعۂ علم ہے اور دوسری طرف یہ اسے میسر دوسرے ذرائع علم کو بامعنی بناتا ہے۔

انسان کو عقل کے علاوہ حواس، تجربہ، تاریخ اور وجدان کی صورت میں دوسرے ذرائع علم بھی عطا ہوئے ہیں۔ لیکن غور کیجیے تو ان سب کو قابلِ اعتبار اور بامعنی بنانے والی چیز صرف اور صرف عقل ہے۔ مثلاً آپ کسی سے گفتگو کر رہے ہیں۔ آپ کو اگر معلوم ہو جائے کہ آپ کے مخاطب کی سماعت کے پیچھے اس کا حصۂ عقل موجود نہیں ہے تو آپ فوراً اپنی گفتگو بند کر دیں گے اور ایسا شخص پاگل (یا احمق) قرار پائے گا۔ اسی طرح آپ کے مخاطب کو اگر معلوم ہو جائے کہ آپ جو کچھ ارشاد فرما رہے ہیں، آپ کے نطق کے پیچھے اس کا حصۂ عقل موجود نہیں ہے تو آپ کی بظاہر انتہائی بامعنی گفتگو بھی لاحاصل قرار پائے گی۔ یہی حال دوسرے حواس خمسہ کا ہے۔

تجربہ اور تاریخ (جو کہ تجربے ہی کا امتداد ہے) کو بامعنی بنانے والی چیز بھی عقل ہی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ تجربات سیانوں کی عقل کا نچوڑ اور تاریخ عاقل اہل علم محققین کی بے پناہ کاوشوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ ان میں بے عقلی کا شائبہ بھی موجود نہیں ہوتا۔

وہ علم جو وجدانی طور پر ہمیں حاصل ہوتا ہے، اس کا اعتبار بھی عقل ہی سے قائم ہوتا ہے۔ شرفِ انسانی کے اس سب سے بڑے مظہر یعنی عقل سے کام نہ لینا اور یا اسے معطل کر دینا انسان کو انسان کے درجے سے گرا کر ڈھور ڈنگروں کی صف میں لا کھڑا کرتا ہے، اسی لیے: اللہ کے نزدیک بدترین جانور یہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے (اور جو لوگ اپنے آپ کو سننے اور سمجھنے کے اوصاف سے محروم کر لیتے ہیں تو پھر وہ محض دو ٹانگوں پر چلنے والے بدترین جانور بن کر رہ جاتے ہیں) (۸:۲۲) اور شرفِ عقل سے محروم ہو جانے کے بعد ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ: ان کے دل (ہوتے ہیں لیکن وہ سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں (ہوتی) ہیں لیکن وہ دیکھتے نہیں (اور) ان کے کان (ہوتے) ہیں لیکن وہ سنتے نہیں۔ یہ چوپایوں کی مانند ہیں (کیوں کہ چوپایوں کی جستجو بھی پیٹ اور تن کے مطلوبات تک ہی محدود ہوتی ہے، اسی طرح اس کی دوڑ دھوپ بھی اپنی مادی ضروریات اور خواہشات تک محدود ہوتی ہے) بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ ہیں (کیوں کہ چوپائے بہر حال اپنی جبلتوں کی تمام صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس میں وہ کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، لیکن انسان کی فطرت کے اندر قدرت نے جو اعلیٰ صلاحیتیں رکھی ہیں ان سے نہ صرف یہ کہ وہ حقیقی فائدہ نہیں اٹھاتا بلکہ بسا اوقات وہ انھیں معطل کر کے بیل اور گدھے جیسی حرکتیں کرنے لگتا ہے) یہی لوگ ہیں جو بالکل بے خبر ہیں (کیوں کہ ایسی بے خبری کا تو چوپایوں میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا) (۷:۱۷۹)

(باقی)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org